سرمایہ اور محنت

میں توازن

اسلام چونکہ خود دینِ فطرت ہے اور اس کا نظام کسی انتقام یا ردِ عمل پر مبنی نہیں ہے بلکہ نام اور حقیقت دونوں لحاظ سے کائنات انسانی کی عام فلاح و بہبود کا ہمہ گیر نظام اور انسانی ضروریات دینی و دنیوی کے ہر شعبہ میں مستقل انقلابی پیغام ہے اس لیئے اس نے اپنے اقتصادی نظام میں اس جگہ بھی مذموم سرمایہ داری کی حمایت نہیں کی بلکہ سرمایہ اور محنت میں ایک ایسا معتدل توازن قائم رکھا ہے۔ کہ اس کے بعد اس جنگ کے لئے کوئی جگہ ہی باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ اُسے معلوم ہے کہ سرمایہ دار "مزدور" کو اپنے سرمایہ داری کے جال میں کن راہوں سے پھانستا اور تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اور اگر وہ راہیں بند کر دی جائیں تو پھر تعاون اور امداد باہمی کا وہ قانون جو انسان کی جبلت میں ودیعت کیا گیا ہے، یہاں بھی بغیر افراط و تفریط کے صحیح نقشہ کے مطابق کسطرح باحسن وجوہ نافذ ہو سکتا ہے۔

۱۔ پہلی گرہ جو اس جال میں مزدور کو پھنسانے کیلئے لگائی گئی ہے وہ اجرت کی کمی ہے۔ وہ نادار ہے، مُفلس ہے، بیچارہ ہے، فاقہ کش ہے اس لئے اسکی محنت کا صلہ ایک روپیہ ہونے کے باوجود سرمایہ دار اس کو چار آنے پر راضی کر لیتا ہے، اس لئے کہ وہ بھوکا ہے تن، پیٹ دونوں کے لئے عاجز درماندہ ہے، سرمایہ دار خوش ہے کہ اُس نے جبر نہیں کیا بلکہ مزدور اپنی مرضی سے اس پر آمادہ ہو گیا اور مزدور یقین رکھتا ہے کہ اگر وہ اس ناواجب اُجرت کو اضطراری طور پر قبول نہیں کرتا تو فاقوں کی بدولت موت کا استقبال لازمی ہے اور یہ کہ دوسرا مزدور مجھ سے زیادہ بدحالی در اضطرار کی وجہ سے اس سے بھی کم اُجرت پر کام کرنے کو تیار نظر آتا ہے۔

۲۔ دوسری گرہ یہ لگائی گئی کہ کم سے کم مزدوری میں مزدور سے کام زیادہ سے زیادہ لیا جائے اور وہ اس کو بھی اپنے افلاس اور تنگ حالی بلکہ فاقہ کشی کی خاطر منظور کر لیتا ہے، اور اپنی بیچارگی پر آٹھ

آٹھ آنسو بہاکر نو دس گھنٹہ یا اس سے بھی زیادہ محنت کر کے سرمایہ دار کو خوش کرتا ہے تب جا کر بمشکل چار آنے کا حقدار ہوتا ہے۔

لیکن اسلام اپنے نظام میں مفلس اور صاحب حاجت کی اس رضامندی کو "مرضی" تسلیم نہیں کرتا اور سرمایہ دار کے ان دونوں پھندوں کو ظلم قرار دے کر اس طلسم کو پاش پاش کر دیتا ہے۔

فیلسوف اسلام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں:

"پس اگر مالی نفع ایسے طریقہ پر حاصل کیا جائے کہ اس میں عاقدین کے درمیان تعاون اور عملی محنت کو دخل نہ ہو جیسے قمار یا زبردستی کی رضامندی کا اس میں دخل ہو جیسے سودی کاروبار تو ان صورتوں میں بلاشبہ مفلس اپنے افلاس کی وجہ سے خود پر ایسی ذمہ داریاں عائد کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے جن کا پورا کرنا اس کی قدرت سے باہر ہوتا ہے۔ اور اسکی وہ رضامندی حقیقی رضامندی نہیں ہوتی تو اس قسم کے تمام معاملات رضامندی کے معاملات نہیں کہلائے جا سکتے اور نہ ان کو پاک ذرائع آمدنی کہا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ یہ معاملت تمدنی حکومتوں کے اعتبار سے قطعاً باطل اور خبیث ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ من ابواب ابتغاء الرزق)

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الله عزوجل ثلثة انا خصمهم يوم القيمة ومن كنت خصمه خصمه (الی) و رجل استاجر اجيراً استوفی منه ولم يوفه [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تین قسم کے انسان ایسے ہیں جن سے میں قیامت کے دن جھگڑوں گا۔ اور جس سے میں جھگڑوں اسکو مغلوب و مقہور ہی کر کے چھوڑوں گا۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو مزدور سے کام تو پوری طرح لیتا ہے اور اس کے مناسب اس کی اجرت نہیں دیتا۔

وليستعملهم فيما يحسنانه و يطيقانه بلا اضرار بهما [2]

کام لینے والوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ (آزاد) ہو یا غلام دونوں قسم کے اجیروں سے اس حد تک کام لے کہ وہ اچھی طرح کام انجام دے سکیں اور بقدر طاقت کام

---

[1] بیہقی ج ۶ کتاب الاجارہ　[2] محلی ابن حزم احکام الاجارات ج ۸۔

لینا چاہئے اور یہ نہ ہو کہ انکو اتنی محنت کرنی پڑے کہ ان کی صحت وغیرہ کو نقصان پہنچے۔[1]

۳۔ سرمایہ داری کے جال کی تیسری گرہ یہ ہے کہ مزدور کی اُجرت معیّن نہ کرے اور اس کی غربت سے فائدہ اٹھا کر یونہی کام پر لگائے اور کام مکمل کرانے کے بعد جو اُجرت چاہے دیدے۔ اسلام نے اس کو بھی ناپسند اور ناجائز کہا ہے اور ایسے معاملہ کو خیانت سے تعبیر کیا ہے۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن استیجار الاجیر حتی یبین لہ اجرہ۔[2]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے کہ مزدور اور اجیر کو اس کی اُجرت طے کئے بغیر کام پر لگا لیا جائے۔

۴۔ چوتھی گرہ یہ ہے کہ حق محنت تو مقرر کر دیا جائے لیکن ادائیگی میں من مانی رکاوٹ، پریشان کن ترکیبیں اور ظلم و جبر کے ایسے طریقے اختیار کئے جائیں کہ مزدور کو وقت پر اپنے معمولی حق محنت سے بھی فائدہ اٹھانے کا موقع نہ مل سکے۔

اسلام نے اس کا بھی سدباب کیا ہے اور ایسا کرنے کو بدمعاملگی "ظلم" اور بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ اور وہ اپنے اقتصادی نظام میں ایک لمحہ کے لئے بھی سرمایہ دار کے اس ظلم سے درگذر نہیں کرنا چاہتا۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مطل الغنی ظلم۔[3]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مالدار کا مالداری کے باوجود دوسرے کے ادائے حق میں تاخیر کرنا ظلم ہے۔
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ۔[4]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مزدور کی مزدوری اس کے پسینے کے خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔

۵۔ پانچویں گرہ یہ ہے کہ "مزدور" کا حق تلف کرنے اور بہانہ سازی سے "سرمایہ داری" کو فروغ

---

[1] اجیر و مستاجر کے درمیان محنت و اجرت کے صحیح توازن اور کام کے اوقات کے تعین جیسے مسائل کا تعلق مفتی کے فتویٰ سے نہیں بلکہ خلیفہ اور قاضی کے اختیارات سے تعلق رکھتا ہے اس لئے فقہ کے ان ابواب یا مسائل کی جانب مراجعت ضروری ہے جنہیں مختلف مسائل کے ذیل میں یا مستقل طور پر ان اختیارات اور قاضی سے بحث کی گئی ہے۔

[2] بیہقی کتاب الاجارہ ج ۶ ص ۱۲ [3] بخاری و مسلم [4] بیہقی ج ۶

دینے کیلئے مزدور پر کام خراب کرنے کا الزام لگا کر دئے ہوئے چند ٹکے بھی جرمانہ کے نام سے واپس لے لئے جائیں گویا بزعم خود یہ ظالم سرمایہ دار اپنے نقصان کا تاوان "انصاف" کے نام سے وصول کرتے ہیں۔

اسلام نے اس کو بھی افراط و تفریط سے الگ اعتدال کی حالت پر لانے کی کوشش کی ہے اور عدل و انصاف کے صحیح اصول پر یہ فیصلہ کیا ہے۔

"اور اجیر مشترک ہو یا خاص یا کاریگر ہو۔ اس پر مال میں نقصان ہو جانے یا ہلاک ہو جانے سے کوئی تاوان نہیں آتا، تا وقتیکہ اس کا ارادی قصور یا ضائع کر دینا ثابت نہ ہو اور ان تمام امور میں جب تک اس کے خلاف گواہ موجود نہ ہوں، اجیر ہی کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ" ۱

اور ان تصریحات کے بعد اسلام اپنے اقتصادی نظام میں مزدوروں اور پیشہ وروں کو بھی ارباب راس المال کے ساتھ زیادتی اور بیجا تعدی کرنے سے روکتا ہے اور نہیں چاہتا کہ ایک طرف سے افراط اور دوسری طرف سے تفریط ہو۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خیر الکسب کسب العامل اذا نصح ... ۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے بشرطیکہ وہ خیر خواہی اور بھلائی کے ساتھ کام والے کا کام انجام دے

ان تمام احکام عدل و انصاف کے بعد وہ مستاجروں اور اجیروں دونوں کے لئے ایک عام قانون بیان کر کے میزان عدل کو مساوی رکھنے کی سعی کرتا ہے۔ شرح شرعۃ الاسلام میں ہے:

---

۱ محلی ج ۸ ص ۲۰۱۔ اور حنفیہ کے نزدیک اجیر خاص کا اگرچہ یہی حکم ہے مگر اجیر مشترک اس اجیر کو کہتے ہیں، جو اپنا ایک مستقل فنی کاروبار کرتا ہے اور ہر شخص اس کام کے سلسلہ میں اس سے خدمت لیتا ہے۔ مثلاً سینے کپڑا بننے وغیرہ کا کام لینا۔ اور اجیر خاص سے مراد وہ اجیر ہے جو اپنی خدمات کسی ایک شخص کے لئے بعوض وقف کر دے مثلاً گھر کا ملازم، بیرا باورچی وغیرہ اور اجیر خاص پر ضمان نہ آنے کی دلیل یہ دیتے ہیں۔

لأنہ یدہ ید امین والعین فی یدہ لہ حکم الامانۃ الا اذا تعمد الفساد فانہ یضمن للتعدی۔	مستاجر کی شئے اجیر کے ہاتھ میں امانت ہے اس لئے اس کا حکم امانت ہی کا رہے گا۔ مگر یہ کہ جان بوجھ کر چیز کو برباد یا خراب کرے تو اس صورت میں ضمان آئے گا۔

۲ رواہ احمد مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۸۔

اسلام کی سنت یہ ہے کہ لوگوں (اجیر و مستاجر، بائع و مشتری وغیرہ) کو آپس میں مہربانی رحم اور باہم یک دگر خیر خواہی کے ساتھ معاملات کرنے چاہئیں اور وہ یہ کہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، یعنی معاملات میں صرف اپنے فائدہ ہی کا پہلو پیش نظر نہ ہو بلکہ فریق ثانی کے فائدہ کا بھی خیال رہے۔[1]

یہی وجہ ہے کہ فیلسوف اسلام شاہ ولی اللہ شاہ دہلویؒ نے "اجارہ" کو تعاون اور معاونت میں شمار کیا ہے، یعنی ایسے کل معاملات اور کاروبار جو دو فریق کے باہم دگر مدد و اعانت سے نفع بخش ثابت ہوتے ہیں " باب تعاون ہی میں داخل ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

"معاونت کی چند اقسام ہیں اور اجارہ بعض لحاظ سے مبادلہ اور بعض لحاظ سے معاونت ہے"[2]

لیکن اگر ان حقوق میں تصادم پیش آجائے اور ایک دوسرے کے حقوق پر دستبرد کرنے لگے تو اس قسم کے تمام معاملات میں یعنی تعیین مدت عمل تعیین مقدار اجرت، آسائش و راحت کے انسانی حقوق وغیرہ میں "حکومت" کو دخل اندازی کرنی چاہئیے اور خود عدل و انصاف کے ساتھ ان معاملات کو اس طرح طے کر دینا چاہئیے کہ جانبین کے واجبی حقوق میں ظلم کا شائبہ تک باقی نہ رہے۔ چنانچہ نرخ کی گرانی کی بحث میں فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جب ضرر عام اور اجتماعی نقصان کا اندیشہ ہو تو اس وقت حکومت کو مداخلت کا حق ہے۔

ولا یسعر حاکم الا اذا تعدی	حاکم نرخ میں اس وقت تک مداخلت نہ کرے
الارباب عن القیمۃ تعدیا	جب تک "ارباب نرخ" قیمت کی گرانی میں
فاحشا فیسعر بمشورۃ اهل الرای[3]	زیادتی پر نہ اتر آئیں۔ اس وقت امام کو اہل الرائے

کے مشورہ سے نرخ مقرر کر دینا چاہئیے ______۔

یعنی امام کو متعلقہ امر کے ماہرین کی مجلس شوریٰ یا سب کمیٹی مقرر کرکے اس کے مشورہ سے اقدام کرنا چاہئیے۔

الحاصل اسلام اپنے اقتصادی نظام میں صنعت و حرفت اور تجارت پر بہت زور دیتا ہے۔ در جگہ جگہ ایماندار تاجروں کو خدا کی رضا اور جنت کی بشارت سناتا اور اسکو خوش عیشی اور رفاہیت

---

[1] ص ۳۶۴ فصل فی طلب الحلال [2] حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ [3] درمختار مع الشامی ج ۵ باب الحظر والاباحۃ۔

کی راہ بتاتا ہے۔ نیز انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیشے اور کسب معاش کے واقعات سنا کر صنعت و حرفت کی ترغیب دیتا اور گھریلو اور دستی کاریگری کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کیونکہ یہی وہ طریقہ ہے جس سے عوام کی بیروزگاری دور ہوتی ہے اور عام طور پر متوسط خوشحالی کی راہیں کھل جاتی ہیں۔

اسی طرح "ملوں اور کارخانوں" کی جدید ایجادات کے سلسلہ میں بھی اس کا قانون اقتصاد جماعتی فلاح و بہبود کے قوانین سے عاجز و درماندہ نہیں ہے۔ اس لئے وہ حکم دیتا ہے کہ اس کے نظام میں ان ملوں اور کارخانوں کا استعمال صحیح طور پر تو جب ہی ہو سکتا ہے کہ حکومت رفاہ عام اور مفاد عامہ کی خاطر ان سے کام لے اور ارباب دولت کو ایسے مواقع مہیا نہ ہونے دے کہ وہ غریبوں کو اپنی مشینوں کے پرزوں ہی کی طرح سمجھ کر اپنی اغراض کا آلۂ کار بنالیں اور اس طرح عام فقر و فاقہ کے ساتھ مخصوص افراد یا گروہ میں دولت "کنز" بن کر جمع ہو جائے اور اگر پبلک میں سے دولت مند حضرات ملک کی دولت میں اضافہ کرنے اور اپنی رفاہیت میں جائز بہتات پیدا کرنے کے لئے "حکومت" سے اجازت خواہ ہوں تو حکومت کا فرض ہے کہ وہ مندرجہ بالا شرائط و حدود کے ساتھ ان کو اجازت دے تاکہ افراط و تفریط سے الگ اس بارہ میں ایسا توازن قائم ہو جائے کہ ارباب سرمایہ، مذموم سرمایہ داری تک نہ پہنچ سکیں اور اجیر و مزدور حیوانوں اور غلاموں کی طرح نہیں بلکہ باہمی اشتراک و تعاون کے ساتھ اپنی معاشی زندگی کو باحسن وجوہ حاصل کر سکیں کیونکہ یہ اگر حاصل ہو جائے تو پھر مزدور اور سرمایہ دار کی جنگ کے امکانات خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

رہے مزدوروں اور غریبوں کے حفظان صحت، خوراک و لباس کی آسائش، بچوں کی تعلیم وغیرہ معاملات، سو ان کے لئے اسلام کا ایک ہی فیصلہ ہے کہ حکومت (خلافت) بلا امتیاز امیر و غریب پبلک کی تمام قسم کی جائز اور واجب ضروریات کی کفیل اور ذمہ دار ہے۔ ❊❊

علمی و دینی مجلہ
ماہنامہ
البلاغ
زیر سرپرستی : مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب کراچی
ادارت : مولانا محمد تقی عثمانی
ہر پرچہ علمی، ادبی اور اصلاحی مضامین کا گنجینہ!
خود بھی پڑھیئے ، اوروں کو بھی توجہ دلائیے
سالانہ چندہ آٹھ روپے
البلاغ دارالعلوم کراچی ۱۴